فقہ جعفری

اور

مختلف مکاتب فقہ

نگارش

عبد الکریم مشتاق

رحمت اللہ بک ایجنسی
بمبئی بازار ۔ کھارادر ۔ کراچی

★

فقہ جعفری

اور

مختلف مکاتب فقہ

نگارش

عبدالکریم مشتاق

ناشر
رحمت اللہ بک ایجنسی۔ ناشران وتاجران کتب
بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

اعتراف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے علمی و روحانی فیض سے استفادہ کرنے کے لئے ایک علمی و فکری نشست ۱۸ ستمبر ۱۹۸۰ء کو بمقام امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی کراچی زیر اہتمام مجلس علمی پاکستان منعقد ہوئی۔ یہ مقالہ اس روح پرور محفل میں پڑھا گیا۔

جسے افادہ عام کی خاطر بشکریہ مجلس علمی پاکستان ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

پیشکار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ علیہم السلام

پاک ہے وہ ذات احد جس نے عقل کو راہ مستقیم کا چراغ قرار دیا۔ تاکہ اس کی روشنی سے انسانی فکر و تدبر کو جلا ملے۔ درود و سلام ہو ان حقیقی ہادیوں پر جنہوں نے نوع انسانی کو ہدایت و گمراہی میں امتیاز کرنے کا سلیقہ تعلیم فرمایا۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس منبع فیض سے منہ موڑتے ہیں اور سراب کو سبیل آب سمجھ کر عالم تشنگی میں بے آب و گیاہ صحراؤں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

صاحب صدر اور سامعین گرامی قدر: "اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جملہ مادی و روحانی مسائل کا حل نظام اسلام میں موجود ہے" یہ آواز اکثر سنائی دیتی ہے۔ لیکن اس بلند دعوے کا تسلی بخش ثبوت کوئی بھی پیش نہیں کرتا۔ ایمانیت یا عقیدت کے سوا اس چیلنج کو کسی بھی ٹھوس دلیل سے ثابت نہیں کیا جاتا کہ غیر مسلم دنیا اسے مضحکہ خیز ڈھونگ قرار دیتی ہے۔ بلکہ مذہبی جنون سے تعبیر کرتی ہے۔ آج کی مادی ترقی اور غیر مسلم اقوام کا عروج دریافت کرتے ہیں کہ اتنے بلند دعوے کا مسلمانوں کے پاس کیا ثبوت ہے۔ کرۂ ارض پر ملکیں موجود وہ مسلمانوں کی خستہ حالی۔ معاشی ضیق، علمی فقدان فنی بے بہری، سیاسی کم پرسی اور اخلاقی بے راہ روی کی موجودگی میں "پدرم سلطان بود" کے بے سرے ترانوں پر کوئی کان دھرنے کو بھی تیار نہیں ہے زمانہ علوم و فنون کا ہے۔ بات بات کی کھال اتاری جاتی ہے۔ صرف بداعمالی کا پرانا بہانہ تراش لینے سے خلاصی نہیں پائی جا سکتی۔ کیونکہ ترقی یافتہ اقوام میں بہرحال مسلمانوں سے زیادہ [illegible]

ہے کہ مسلم کے مقدر میں زوال نظر آ رہا ہے؟

دورِ حاضر کا نقاد ردولوی کی آڑ لئے بغیر پوچھتا ہے۔ کہ چودہ سو برسوں میں مسلمانوں نے سائنس کے میدان میں کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ کیا ایجادیں کیں؟ کونسی دریافت کی؟ کس کلیہ کو روشناس کرایا؟ کون سے فن میں نام پیدا کیا؟ سرعت فتوحات ارضی کے باوجود کون سا معاشی یا سیاسی نظام حکومت روشناس کرایا۔ جو آئندہ نسلوں کے لئے لائق اتباع ہو۔ لہٰذا جو قوم اتنا عرصہ کچھ نہ کر سکی وہ کس منہ سے عالمگیری قیادت کی دعویدار بنتی ہے۔؟

حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں کا تشفی کن جواب عامۃ المسلمین سے بن نہیں پڑا ہے۔ اگر ہم غیر جانبداری کے ساتھ مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو قلیل تخصیص کے علاوہ اس کے اوراق سیاہ نظر آتے ہیں۔ مکمل ضابطہ حیات کے دعویداروں کی بے ضابطگیاں جو تاریخ میں منضبط ہیں دیکھ کر کلیجہ منہ کو آنے لگتے ہیں۔ اللہ اللہ روحِ کائنات پیغمبرؐ کی روح پرواز ہوتے ہی مسلمانوں کی کارپردازیوں کا سلسلہ زور پکڑ لیتا ہے۔ اسلام اپنے ہی خون میں ڈبکیاں لیتا ہے۔ اور بہت ہی تھوڑے عرصے میں اس قدر نحیف ہو جاتا ہے کہ میدانِ کربلا میں پیغمبرؐ کو اپنا خون اس کے جسم میں چڑھانا پڑتا ہے تاکہ اس کی حیات برقرار رہے۔ اس مختصر مقالے میں مجھے تفصیلات میں جانا مقصود نہیں ماشاءاللہ ارباب علم کی محفل ہے۔ تاریخی حقائق کھلی کتاب کی طرح واضح ہیں۔ میرا مدعا بیان اس تمہید میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے پیش کردہ دعویٰ کا محتاجِ ثبوت ہونا محض اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے رسولؐ کی اس فردوسی وصیت کی پرواہ نہ کی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو تمام گمراہیوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے بادی النظر میں [illegible] عموماً اور بشرط حالات پر خصوصاً امت

کو خبردار کرتے ہوئے متنبہ کیا کہ

"تحقیق میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم ان کو پکڑے رکھو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ان دونوں میں ہر ایک دوسری چیز سے بڑی چیز ہے (۱) اللہ کی کتاب جبل ممدود ہے اور (۲) میری عترت میرے اہل بیتؑ خبردار یاد رکھو کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس دونوں اکٹھی وارد ہوں گی۔"

چنانچہ مسلمانوں کی موجودہ پستی اور زوال کا واحد سبب یہی ہے کہ حضور اکرمؐ کی وصیت پر عمل نہ کیا گیا۔ رسول اکرمؐ کا یہ مختصر سا حکم اس قدر جامع ہے کہ اس کی تعمیل کرنے پر انسان ہر قسم کی گمراہی سے بچا رہیگا اور اس تمسک بالثقلین کی بدولت وہ ہمیشہ راہ کامرانی پر گامزن رہے گا۔ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے والوں کے لئے انعامات خداوندی کا اعلان عام ہے۔ اور صرف اسی راستے کا راہی یہ دعویٰ بلند کرنے میں حق بجانب ہے کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور تمام مادی و روحانی مسائل کا حقیقی حل پیش کرتا ہے۔ خاکسار نے اپنی کتاب "صرف ایک راستہ" میں اسی دعویٰ کو بین الاقوامی سطح پر بلند کیا ہے اور دوبارہ علوم جدیدہ کی تائیدی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کا حل، انسانیت کے تمام دکھوں دردوں اور تکالیف کا شافی علاج، مادی خوشحالی اور روحانی ترقی کا راستہ صرف تمسک بالثقلین یعنی قرآن مجید اور عترت رسولؐ اہل بیت طاہرینؑ کی پیروی ہے۔

لیکن افسوس مسلمانوں نے اس راستے کی اہمیت سے چشم پوشی کی لہٰذا مختلف راہوں پر چل نکلے ملت واحدہ کئی فرقوں میں بٹ

گئی اللہ کی مضبوط رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا تفرقہ بازی حضورؐ کی وفات حسرت آیات کے فوراً بعد عملاً وجود میں آگئی تھی، اور تھوڑے عرصے بعد ہی امت متعدد گروہوں میں منقسم ہوگئی ابتدائی ایام میں اسلام کے مشہور حضرات و خواتین نے الہامی شریعت میں وسواسی دخل اندازیوں کی داغ بیل ڈال دی تھی جسے قیاس کا نام دیا گیا حالانکہ علمائے اسلام کی رائے میں سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا۔ صاحب الفاروق علامہ شبلی نعمانی تحریر کرتے ہیں کہ۔

”امور شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمرؓ کی اولیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید، حدیث و اجماع سے کام لیا جاتا تھا قیاس کا وجود نہ تھا۔ قیاس کی بنیاد اول جس نے ڈالی وہ حضرت عمرؓ تھے“ (الفاروق)

شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کا یہ بیان محتاج تشریح نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس قیاس کی آڑ میں شریعت کے احکام میں تغیر و تبدل کیا گیا۔ حیثیت رسول کا بٹوارہ تجویز ہوا وحی کے مقابلے میں ہوا کو سند حاصل ہوئی۔ یعنی امور دین و احکام الٰہی کو خلاف عقل کہنے کی بنیادیں استوار ہونے لگیں۔ مسلمانوں نے جس دیدہ دلیری سے تغیر و تبدل پیدا کیا۔ شبلی نعمانی حیات طیبہ کو دو حصوں میں بانٹتے ہیں اور شاہ ولی اللہ کی تائید میں پیغمبرؐ کی زندگی کے دو باب قائم کرکے ایک نبوی دوسرا غیر نبوی اس بحث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”اس تفریق و امتیاز کی وجہ سے فقہ کے مسائل پر بہت اثر پڑا کیونکہ جن چیزوں میں آنحضرتؐ کے ارشادات منصب رسالت کی حیثیت سے نہ تھے ان میں اس بات کا موقع باقی رہا کہ زمانہ اور حالات موجودہ کے لحاظ سے نئے قوانین وضع کیے جائیں۔ چنانچہ معاملات میں حضرت عمر [illegible] کی فراست سے بہت سے نئے قاعدے

وضع کیے جو آج حنفی فقہ میں بکثرت موجود ہیں“ (الفاروق)

اس عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نبوتؐ کے تجزیے کے بعد فقہ اسلامی کی بھی تفریق ہوئی ہے۔ یعنی فقہ دو طریقوں پر مرتب ہوئی ہے۔ کہ اول احکامات رسولؐ بحیثیت نبی اور دوم حضورؐ کے وہ احکام جو آپؐ کے عہدِ رسالت سے باہر ہوں۔ اب یہ سوچنا مصیبت پر منحصر ہے کہ وہ فقہ جو عہد نبوت سے باہر ہو اس کا رشتہ فقہ دین اسلام کے ساتھ کیسے قائم رہ سکے گا؟ کیونکہ نبی کے لئے لمحہ بھر بھی یہ سوچنا کہ وہ اب نبی نہیں ہے۔ ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔

شریعت کے لغوی معنی روشن راستے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں قرآن و سنت کی روشنی میں بنائے گئے اسلامی قوانین کو شریعت کہتے ہیں اور ان قوانین کا علم ”فقہ“ کہلاتا ہے۔ اس علم کو جاننے والا فقیہہ ہوتا ہے۔ قرآن و سنت سے قوانین اخذ کرنے کے عمل کو ”اجتہاد“ اور اجتہاد کرنے والے کو مجتہد کہتے ہیں۔

مجھے اس مقالہ میں فقہ شیعہ و غیر شیعہ کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے۔ دامن وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ تفصیلات میں جایا جائے۔ تاہم کوشش کروں گا کہ اصول دین، فروعِ دین، اور معاملات میں کے چند امور سامنے رکھ کر مختصراً معروضات گزارش کروں جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ کس مسلک کے نظریات قرآن و سنت رسولؐ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

حیات رسولؐ میں سب شیعہ و غیر شیعہ من حیث الجماعت مسائل شرعیہ میں حضورؐ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ یا پھر حضرت علی علیہ السلام سے ضروری مسئلے پوچھے جاتے تھے۔ بعد از رسولؐ شیعہ بلکہ حضرات خلفائے ثلاثہ تک معتقدین شرعی امور میں [illegible] باب العلمؑ [illegible] کرتے تھے خصوصاً

مشکل کے وقت مشکل کشا ہی کو پکارا جاتا تھا۔ اور مشاہیر دعائیں کیا کرتے تھے۔ اللہ ایسا وقت نہ لائے جب ابوالحسن ہم میں موجود نہ ہوں۔ جب مشکل آسان ہوتی تو اعتراف کیا جاتا تھا کہ اگر علی نہ بچاتے تو ہم مرجاتے۔ چنانچہ حضرت عمر جیسے مدبر بزرگ نے تو یہ شاہی فرمان جاری کر دیا تھا۔ کہ حضرت علیؑ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے بعد حضرات سبطین حسنینؑ، امام زین العابدینؑ امام محمد باقرؑ اور پھر امام جعفر صادقؑ علیہم السلام مرجع خلائق تھے۔ چنانچہ حضرت ابوحنیفہ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ دو سال امام صادقین باقرؑ و جعفر علیہما السلام سے علم حاصل نہ کرتے تو ہلاک ہوجاتے۔ سیرت نعمان میں مولوی شبلی نے ابن تیمیہ کے اعتراضات کو مردود قرار دیتے ہوئے اقرار کیا ہے۔ کہ ابوحنیفہ لاکھ مجتہد ہوں مگر ان کی حیثیت امام جعفر صادقؑ کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ کیوں کہ علوم کا سرچشمہ اہل بیت رسولؐ ہیں۔

عہدِ رسالت مآبؐ کے بعد مسلمانوں میں سیاسی کشمکش کا آغاز ہوا۔ مدبرین کی آل رسولؐ کو تخت حکومت سے محروم رکھنے کی مراد جلد بر آئی لیکن خانوادہ پیغمبرؐ کا علمی وقار مخالفین کی نگاہوں میں کھٹکتا رہا۔ اس وقت کے حالات سیاسی اعتبار سے اس بات کے لئے سازگار نہیں تھے کہ مسند علم و حکمت پر قبضہ کیا جاسکے لیکن پس پردہ ایسی تدبیریں پروان چڑھتی رہیں۔ اور مناسب موقعہ کی تلاش جاری رہی کہ کب اولادِ نبیؐ کی دینی اہمیت ختم کی جاتے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں حکومت وقت کی سرپرستی میں لوگوں نے امام برحق کے مقابلے میں اپنا ایک نیا امام فقہ بنایا اور حضرت نعمان بن ثابت المعروف ابوحنیفہ کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف شیعہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کی جانب رجوع کرتے رہے اور ان کے بعد سلسلہ ائمہ اثنا عشرؑ کو محافظ شریعت سمجھ کر ان کے اقوال کو سنت کے مطابق سمجھتے ہیں۔ بارھویں امام کی

غیبت کے بعد مجتہدین کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مجتہد کا کام یہ ہے کہ وہ رسولؐ و ائمہ اطہارؑ کے اقوال و اعمال کے حوالے سے قرآن و سنت سے استنباط کرتا ہے اور اپنی رائے یا قیاس سے کچھ نہیں کہتا۔ لیکن اس کے برعکس غیر شیعہ حضرات کے نزدیک ان کے مجتہدین اربعہ یا ائمہ اربعہ کے اپنے قیاس پر مبنی مسائل سنی مسلمانوں کے لئے حجت ہیں۔

عقیدہ امامت کی اہمیت کے بارے میں یہاں ایک لطیف نکتہ ہے کہ چونکہ شیعہ کے اصول دین میں امامت کا عقیدہ شامل ہے لہٰذا اس عقیدہ کی اہمیت و ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اہل سنت نے ائمہ شیعہ کے مقابلے میں اپنے امام ابوحنیفہ کو امامت کا درجہ دیا ہے۔ اور اس طرح عقیدہ امامت کا تصور مذہب سنیہ میں داخل ہوا اور ہر شعبہ کا بڑا عالم امام کہلانے لگا جب کہ شیعی عقیدہ کے مطابق ایک وقت میں صرف ایک امام نائب رسول ہے جسے تمام شعبہ ہائے علوم میں اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل ہوتا ہے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ابوحنیفہ کو مشکل یہ پیش آئی کہ اگر وہ شیعوں کے ائمہ کی تعلیم کو اپنے فقہ کی اساس بنائیں تو وہ فقہ ایسی جداگانہ ہوگی جو لوگوں کو مطلوب نہ تھی۔ لہٰذا انہوں نے مجبوراً تمسک بالثقلین والی وصیت کو نظرانداز کر کے اپنی فقہ کی بنیاد آل رسولؐ کی بجائے اصحاب رسولؐ پر رکھی۔ اور یہی بات سیاسی اعتبار سے مطلوب بھی تھی بظاہر دوسری صدی ہجری میں اس فقہ کا آغاز ہوا لیکن شبلی جیسے علماء کے مطابق "فقہ کا فن تمام تر حضرت عمرؓ کا ساختہ پرداختہ تھا" (الفاروق) دراصل گویا حنفی فقہ حضرت عمرؓ کی مرتب شدہ ہے۔

شیعوں کا سلسلہ بعد از رسولؐ حضرت اہل بیت رسولؐ سے جاری ہے۔ ہماری فقہ کی تدوین کا کام یوں تو حیات نبیؐ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ کیوں کہ کتاب و صحیفہ علیؑ اور صحیفہ جامعہ کی تدوین [illegible] شیر خداؑ کے ہاتھوں سے

ملتا ہے۔ لیکن فقہ کی باقاعدہ تدوین اصطلاحی صورتوں میں حضور اور آئمہ ہدیٰ کے زمانے میں امام محمد باقر تک نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی ضرورت سمجھی گئی۔ کیوں کہ اس وقت شیعہ و سنی دونوں زبانی یا تحریری طور پر آئمہ شیعہ ہی سے مسائل دریافت کر لیتے تھے۔ جب امام صادق کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کو امام بنایا گیا۔ تو امام جعفر صادق نے فقہ اسلام کی تدوین فرمائی۔ کیوں کہ آپ کو اس کام کے لئے سازگار ماحول میسر تھا۔ اور رجحانِ زمانہ کی سرگرمیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا بہت ضروری تھا۔ ابو حنیفہ نے مسئلہ امامت کو بھانپ لیا تھا اور لوگوں کو درس دینا شروع کر دیا تھا۔ لیکن ان کی تعلیم کردہ فقہ ان کی حیات میں مدون نہ ہو سکی۔ بلکہ ان کے بعد ان کے شاگردوں نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ امام جعفر صادقؑ کی حیاتِ طیبہ میں حضرت ابو حنیفہ ابھرنے لگے۔ خود امام پاک نے ابو حنیفہ سے مناظرہ کیا اور قیاس کے بطلان کو مثالوں سے واضح کر کے اپنے شاگرد امام اعظم کو ڈانٹ پلائی اور خبردار کیا کہ دینی معاملات میں قیاس نہ کیا کرو۔

فقہ جعفری کے مقابلے میں ویسے تو کئی مذاہب معرضِ وجود میں آئے مگر ان میں اکثر شہرت و قبولیت عام حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان کو حکومت کی تائید حاصل نہ ہو سکی لہٰذا یہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ البتہ نعمان بن ثابت ابو حنیفہ، مالک بن انس، محمد بن ادریس شافعی اور احمد بن حنبل کے مذاہب لوگوں میں معمول ہوئے۔ ان مذاہب اربعہ کے آپس میں لاتعداد اختلافات ہیں۔ مگر ان چاروں فقہوں کے ماخذ ایک ہی ہیں۔ البتہ فقہ حنفی دیگر تینوں سے زیادہ مقبولیت رکھتی ہے۔ ان سب فقہوں کے ماخذ

(۱) قرآن (۲) سنت (اقوال اعمال رسول و اصحاب و ازواج رسولؐ و تابعین)۔ (۳) اجماع (۴) قیاس و رائے ہیں۔ جب کہ فقہ جعفری ادلہ اربعہ یعنی قرآن سنت اجماع و عقل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہمارے ہاں سنت سے مراد اقوال و

اعمال رسولؐ و آئمہ اہل بیت ہیں۔

ماخذ فقہ قرآن، سنت، اجماع پر فریقین کا اصولی اتفاق ہے۔ لیکن ان سب کی تشریحات و تاویلات میں بہت سے فروعی اختلافات ہیں۔ ان پر بحث کرنا اس وقت مقصود نہیں۔ مثال کے طور پر "سنت" سے مراد غیر شیعہ کی یہ ہے کہ اقوال و اعمال رسول و اصحاب و ازواج و تابعین ہے۔ جب کہ شیعہ اقوال و اعمال رسولؐ و اہل بیت کو "سنت" سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اجماع کے بارے میں نظریاتی اختلاف ہیں۔ شیعی نقطہ نظر سے اجماع اس امر کو کہتے ہیں جس مسئلے پر مجتہدین شیعہ کا اتفاق ہو اور وہ اتفاق آئمہ اثنا عشر کے اقوال و اعمال کے مطابق ہو۔ اس کے برعکس سنی مسلک میں اجماع کی تعریف یہ ہے کہ علمائے زمانہ کسی شرعی مسئلہ پر متفق ہو جائیں

اجتہاد بالعقل شیعہ کے مطابق ماخذ شریعت ہے۔ عقل سے مراد یہ ہے کہ کسی امر کو عقل سلیم کی کسوٹی پر جانچا جائے کہ وہ کتاب و سنت کے خلاف تو نہیں ہے۔ اسی لئے ہمارے ہاں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ غیر شیعہ مسالک میں عقل کے بجائے مسائل میں قیاس و رائے سے کام لیا جاسکتا ہے۔ یعنی قرآن و حدیث سے جب کوئی مسئلہ سمجھ نہ آئے تو اپنے ذاتی قیاس سے اس مسئلہ کا حل تلاش کر لیا جائے۔ جب لوگوں نے آئمہ برحق کو چھوڑ کر خود ہی قرآن و حدیث کو سمجھنے کی کوشش کی۔ تو یہ صاف بات ہے کہ کم علم قرآن و حدیث کے باعث قیاس یا ذاتی رائے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا ہے۔ اسی لئے تمام غیر شیعہ فقہیں قرآن و سنت کے بعد قیاس کی محتاج ہیں۔ حالانکہ تغیر بالرائے کی مخالفت بھی تسلیم کی جاتی ہے۔ پس شیعہ و غیر شیعہ کا ماخذی فرق بھی "عقل" ہی ہے۔ لہٰذا جو فقہ عقل پر مدار کرے وہ معقول ہے۔ اور اسے ان تمام فقہوں پر برتری حاصل ہے۔ جو عقل کو ماخذ قرار نہیں دیتیں۔

اب ہم مختصر تقابل پیش کرتے ہیں۔ تاکہ فقہ جعفری اور دیگر مذاہب کا فرق سامنے آجائے چنانچہ پہلے اصول دین لیجئے اور تین مشترک عقائد پر نظریات کا فرق ملاحظہ فرمایئے

توحید: متفقہ اصل دین ہے۔ تمام مسلمان خدا کے وجود اور واحد مطلق ہونے پر متفق ہیں لیکن جیسی شرح توحید فقہ جعفری میں ملتی ہے۔ کسی دوسرے اسلامی مذہب میں ویسی نہیں ہے۔ مثلاً باب مدینۃ العلم خطیب منبر سلونی امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

• جس نے خدا کو مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اس نے اس کو یکتا نہیں سمجھا جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا۔ جس نے اسے کسی شے سے تشبیہ دی اس نے اس کا رخ نہیں کیا۔ جو شے خود اپنی جگہ پہچانی جائے وہ مخلوق ہے اور جو دوسرے کے سہارے قائم ہو وہ محتاج علت ہے۔ خدا فاعل و موجد ہے۔ بغیر آلات کو حرکت میں لاتے وہ ہر شے کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے وہ تونگر و غنی ہے بغیر دوسروں سے استفادہ کئے۔ اس کی ہستی زمانے سے پیشتر۔ اس کا وجود عدم سے سابق۔ اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات نہیں رکھتا۔ اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی۔ اور چیزوں کو جو اس نے ایک ساتھ رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گنتی میں شمار ہوتا ہے۔ جس شے کو اس نے خود پیدا کیا وہ اس میں کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو اس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی۔ اور اس کی ہستی قابل تجزیہ ٹھہرے گی اگر اس میں کمی آئی تو وہ اس میں تکمیل کا محتاج ہوتا۔ اور ایسی صورت میں اس میں مخلوق کی علامتیں آجاتیں۔ اور جب ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں۔ اس صورت میں وہ خود کسی خالق کی دلیل بن جاتا۔ حالانکہ وہ اس

سے بری ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ تصورات اسے پا نہیں سکتے کہ اس کا اندازہ ٹھہرا لیں۔ عقلیں اس کا تصور نہیں کر سکتیں۔ کہ اس کی کوئی صورت مقرر کر لیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کریں۔ اور ہاتھ اسے مس نہیں کر سکتے کہ اسے چھو لیں وہ کسی حال میں بدلتا نہیں ہے۔ نہ شب و روز اس کو کہنہ کرتے ہیں۔ نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہیں۔ اسے اجزاء، اعضاء و جوارح جیسی صفات میں کسی صفت اور ذوات کے علاوہ کسی چیز اور حصول سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔"

توحید خداوندی کے موضوع پر ایسی شیعی تعلیمات عقل سلیم کے بل بوتے پر غیر شیعی توحید پر غلبہ پاتی ہے کیونکہ جس طرح خدائے بزرگ و برتر کی الوہیت مطلقہ فقہ جعفریہ میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ کسی بھی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ تحقیق کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مقام پر صرف ایک مثال عقیدہ توحید کے ضمن میں غیر شیعہ مذاہب سے پیش کرتا ہوں اور فیصلہ کا انحصار سامعین کے مذاق فہم پر چھوڑتا ہوں

فقہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے پیروکاروں میں ایک عقیدہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ روز حساب جب دوزخی جہنم میں ڈالے جائیں گے تو جوں جوں جہنمی دوزخ میں پھینکے جاتے جائیں گے توں توں دوزخ کی بے قراری بڑھے گی اور جہنم پکارے گا کہ اور ڈالو اور ڈالو مگر دوزخی کوئی نہ باقی بچے گا۔ اور جہنم کا اضطراب بدستور شدت اختیار کئے رہے گا چنانچہ دوزخ کی یہ حالت دیکھ کر اللہ میاں کو اس پر ترس آئے گا۔ لہذا اس کی بے قراری رفع کرنے کے لئے اپنا پیر جہنم میں ڈال دے گا۔ اس سے دوزخ کو قرار مل جائے گا۔

ذات باری تعالیٰ کے لئے ایسا معقول عقیدہ تجویز کرنا دراصل اپنے مذہب کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنا [illegible] طرف تو خدا کی نفی ہوتی

ہے۔ کہ معاذ اللہ خدا نے دوزخ کو غلط انداز سے خلق کیا ہے۔ تو دوسری سمت قادر مطلق کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ کن فیکون کی طاقت کا مالک دوزخ کے سامنے اتنا قاصر ہے۔ کہ اسے خاموش نہیں کر سکتا۔ تیسری جانب وہ مرکب اعضاء اور مجسم ثابت ہوتا ہے۔ کہ پا تشبیہ رکھتا ہے چوتھی خطرناک صورت یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ خود بھی جہنمی ہے

ظاہر ہے کہ عقلی اعتبار سے ایسی ہستی جو غیر عالم، عاجز اور مجسم ہونے کے ساتھ ساتھ آخر میں جہنم کا ایندھن بن جائے۔ ہرگز خدائی کے لائق نہیں ہو سکتی۔ لطیفہ یہ ہے کہ جب اللہ کا قدم شریف جہنم میں داخل ہو گا تو جہنم پکار اٹھے گی بس بس بس مگر یا کہ دوزخ کی مراد پوری ہو گئی اب اسے کسی دوسرے جہنمی کی ضرورت نہیں عجیب بات یہ ہے کہ پیر ڈالا تو لکھا ہے مگر اس کو واپس نکالنا مرقوم نہیں ہے اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہو تو پھر اہل جہنم کو پشیمان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو خوش ہوں گے کہ اچھا ہوا جس نے ان کو آگ میں ڈالا بالآخر خود بھی آ گیا۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ ادلے کا بدلہ مل گیا۔

ضمناً ایک بات کہتا چلوں کہ ہمارے لئے وہ روایت باعث حیرانی نہیں ہونا چاہئے جس میں محسن رسولؐ حضرت ابو طالبؑ کے لئے آگ کے جوتے کا ذکر آیا ہے۔ یہاں تو یار لوگوں نے اللہ میاں کی ٹانگ گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال رکھی ہے پھر ابو طالبؑ کی جوتی کیا چیز ہے؟ علیٰ ھذا القیاس اگر غور کیا جائے تو نتیجہ نکلے گا کہ جس قوم کا خدا ہی دوزخی ہے اس کے چیلوں کے جنتی ہونے کا کیا امکان رہے گا۔؟

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

الغرض شیعہ کے علاوہ دیگر مذاہب میں خدا کی توحید کے متعلق ایسے لچے عقیدے [illegible] کو قریب نہیں دیتے۔

خدا کا اس قدر بوجھل ہونا کہ عرش پر کرسی چر چر کرے۔ عقیدہ حلول بری صفات دیدار الٰہی وغیرہ وغیرہ ایسے رکیک نظریات ہیں کہ انہیں عقل قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ پس دنیا کے تمام مذاہب کی چھان بین کر لیجئے انشاءاللہ شیعہ جیسا عقیدہ توحید جو عقل و دانش کے مطابق درست ہے۔ کسی دوسرے مکتب فکر میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔

رسالت

• توحید کے بعد عقیدہ رسالت کو لیجئے۔ فقہ جعفریہ جس طرح سارے رسولؐ کی عصمت و طہارت کے معقول عقائد کی تعلیم دیتی ہے۔ دنیا پاک و معصوم رسولؐ کسی دوسری فقہ میں تسلیم نہیں کیا۔ گو غیر شیعہ مسلمان عقیدہ نبوت کے معتقد ہیں۔ مگر نبی کو جائز الخطا بلکہ خاطی مان لیتے ہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے یا حضرت یونسؑ کو معاذ اللہ ان کے گناہوں کے سبب مچھلی کے پیٹ میں مقید کیا گیا۔ دیگر انبیاء کی بات تو دور ہی ایک طرف بھائی لوگ خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ ایسے بد خطوط اور بدنما نقشوں میں پیش کرتے ہیں کہ ان کی نبوت پر ایمان لانا تو کجا ایک صحیح الدماغ شخص ان کو انسانیت کے عام درجے پر بھی فائز دیکھنے سے معذور نظر آتا ہے تفصیلات سے قطع نظر صرف ایک روایت بطور مثال پیش کی جاتی ہے۔ تاکہ غیر شیعہ نظریہ کی روشنی میں کردار رسولؐ اکرم کی جھلک نظر آ سکے۔

صحیح مسلم شریف حصہ اول صفحہ [illegible] حدیث نمبر ۲۹۹ کے تحت مرقوم ہے کہ کسی صحابی نے آنحضرتؐ سے غسل کے بارے میں ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں بی بی عائشہ کے ساتھ خلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھایا۔ اور مسئلہ کا جواب پریکٹیکل دیا۔

خلق عظیم پیغمبرؐ سے ایسی نازیبا حرکت ہرگز متوقع نہیں ہو سکتی۔ مگر پھر بھی ایسی خرافات سرمایہ مذہب ہیں۔ غیر [illegible]

کی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ لیا۔ ایک نبوی دوسرا غیر نبوی مشغولیات پھر کبھی نہ نبی علی رسول اپنے نبوی حصہ میں بھی نعوذ باللہ خطا کار دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی نماز غلط پڑھ جاتے ہیں کبھی قرآن۔ کبھی وحی بھول جاتے ہیں۔ اور کبھی حالت نماز میں بتوں کی صفت وثنا شروع کر دیتے ہیں۔ الغرض کتابوں میں مرقوم بے شمار توہین آمیز روایات سے غیر شیعہ مسالک کا عقیدہ رسالت نمایاں ہوتا ہے۔ عقل خالص رکھنے والا کوئی شخص ایسے رسول پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا جس کا کردار غیر شیعہ کتب میں توہین سے بھرپور روایات کے آئینہ میں نظر آتا ہے۔

فقہ جعفری کا دامن پاکیزہ عقائد رسالت سے بھرپور ہے۔ یہ شرف شیعہ کے لئے مخصوص ہے کہ وہ رسول کو ایسا رسول پاک مانتے ہیں جن سے اوّل عمر سے آخر تک کسی گناہ یا خطا کا صدور نا ممکن ہے۔ شیعہ رسول کو تمام نقائص و عیوب سے منزہ اعتقاد کرتے ہیں۔ جن سے سہو، خطا اور گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشرف المخلوقات، خاتم النبیین اور سید الانبیا تسلیم کرتے ہیں۔ عصمت انبیا کلیتاً شیعوں کا عقیدہ ہے۔ اہلسنت کے بعض فرقے اس کے قائل نہیں اور جو قائل ہیں وہ جزوی عصمت کے معتقد ہیں۔

عصمت کا عقیدہ عقل و بصیرت پر مبنی روشن براہین پر اساس رکھتا ہے کیونکہ فقدان عصمت کی صورت میں دو اشکال سامنے آئیں گے۔ اولاً یہ کہ نبی سے قبل از نبوت والی زندگی میں خطا سرزد ہوئی۔ اگر ایسا ہے تو جب ایسا شخص جا کر نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو لوگ اسے خطا کار تصور کرتے ہوئے قابل اعتبار نہ سمجھیں گے۔ اور اگر بعد از نبوت گنہگار مان لیا جائے تو یہ صورت بہت خطرناک ہے۔ کہ ایسا شخص جو لوگوں کو گناہ سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ خود گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ بھول چوک اور نسیان تسلیم کرنے سے تو نبی کی شریعت پر ہی سے اعتبار اٹھ جائے گا۔ کہ ممکن ہے کہ [illegible] بھول گیا ہوا اور صحیح حکم یاد نہ رہا ہو۔ چنانچہ مذہب

کائنات نے معصوم افراد ہی کو عہدہ رسالت و نبوت عطا فرمایا۔ پس فقہ جعفری میں نبی کا تعارف یہ ہے کہ وہ پیدا ہی نبی ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ نیز نبی ہر طرح کی خطا و نسیان سے محفوظ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس غیر شیعہ کے نزدیک حضور اکرم کو چالیس برس بعد نبوت ملی اور ان سے انسانی سہو و خطا کا صدور بھی ہوا پس کوئی عقل مند کسی خطا کار گنہگار اور مریض نسیان و ہذیان کی بات پر اعتبار نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ اس کی اطاعت کرے۔ لہٰذا جس فقہ میں نبوت عصمت سے مزین ہے اس فقہ کو برتری حاصل ہے۔

قیامت

قیامت برحق ہے یہ بھی مشترکہ عقیدہ ہے۔ مگر اس میں شیعہ و غیر شیعہ کے کچھ اختلافات ہیں۔ ان میں ایک دیدار پروردگار کا مسئلہ ہے۔ فقہ جعفری کے مطابق اللہ کی ذات کا دیدار مخلوق آنکھوں سے نہیں ہو سکتا کیوں کہ جو چیز دیکھی جائے وہ محدود ہوگی۔ چنانچہ علمائے جعفریہ نے اس بحث پر سیر حاصل مباحثے کئے ہیں۔ اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مخلوق کی آنکھیں دیدار الٰہی کا ادراک نہیں رکھتیں۔

عدل

فقہ جعفری کا خصوصی امتیاز ہے کہ اس میں عدل باری تعالیٰ کو ”اصول دین“ میں شامل کیا گیا ہے۔ جب کہ مسلمانوں میں رائج کسی دوسری فقہ میں ”عدل“ کو اصول دین میں اعتقاد نہیں کیا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس مقالے میں مختصراً بیان کیا جائے کہ عدل کو اصول دین میں داخل کرنا کیوں ضروری ہے؟ عدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا یا سمجھنا۔ متضاد اس کا ظلم ہے۔ معنوی وسعت کے تحت عدل میں ہر وہ بات اور فعل آتے ہیں۔ جو خدا اپنی مخلوق کے ساتھ کرتا ہے۔ مثلاً خدا اپنے نبیوں میں سے کسی کو صفی اللہ کسی کو نجی اللہ اور کسی کو کلیم اللہ بنا [illegible] دن

یا کسی متقی کو مفلس رہنے دیتا ہے۔ اور فاجر کو متمول کرتا ہے۔ اگر خدا کو عادل نہ مانا جائے تو اس طرح کے امور ذات پروردگار پر اعتراض کا باعث بن جائیں گے جب کہ خلاق عالم کی ذات اعتراض کے لائق نہیں۔ اور معترض کافر ہے۔ لہذا یقین کامل اور استحکام ایمان کی خاطر عدل کو اصل ماننے کی ضرورت پیدا ہوئی علاوہ دیگر مسلمانوں کی طرح دوسری صفات حمیدہ ہیں ہم عدل ایک صفت شامل کرنے کے بعد جو عدل کو اصول دین میں شامل کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ایک بچہ بالغ ہو کر خدا کو رازق اور خالق مان لیتا ہے۔ لیکن جب وہ دنیا میں تجربات و مشاہدات کرتا ہے۔ تو اس کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات جنم لیتے ہیں۔ مثلاً وہ یہ دیکھ کر حیرت میں رہ جاتا ہے کہ ایک عبد نیک آلام و مصائب میں گرفتار ہے۔ اور بدکار عیش ناز و نعم میں زندگی گزار رہا ہے مسلمان افلاس سے دوچار ہے اور کافر پانچوں گھی میں ہے ضعیف شخص رو بصحت زندہ و سلامت ہے۔ اور دوسرا عنفوان شباب میں لقمہ اجل بن جاتا ہے اپنے مقامات پر ایک عام مسلمان باوجود اس کے کہ وہ خدا کی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ پر ایمان رکھتا ہے ڈگمگائے بغیر نہیں رہتا ہے چاہے وہ زبان نہ کھولے مگر دل میں وسواس فروزاں رکھتا ہے۔ چنانچہ مسئلہ اعتقاد عدل کی بنیادی وجہ یہی بات ہے۔ اور یہ مسئلہ بہت خطرناک ہے۔

ایک صحیح العقیدہ مسلمان کو ان تمام ذہنی تکلیف دہ تجربات اور مشاہدات کے باوجود خدا کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے اور ایسا صرف اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب عقیدہ عدل راسخ ہو جائے چنانچہ عدالت خداوندی کو اصول میں داخل کر کے ایسے شکوک و شبہات کی راہ مسدود کی جا سکتی ہے۔ اس لئے فقہ جعفری نے عدل کو اصل مان کر وسوسوں اور شکوک سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ تعلیم دیا ہے۔ تاکہ قضا و قدر کی بھول بھلیوں سے دائمی نجات حاصل ہو جائے۔ اور شعوری یا لاشعوری طور پر کلمہ کفر زبان پر آنے سے ہمیشہ کے لئے بچا جا سکے۔

چونکہ غیر شیعہ مذاہب نے عدل کی اہمیت نہیں سمجھی لہذا اس کے نتیجے میں وہ مختلف الخیال عقائد کا شکار ہو گئے کوئی جبریہ کہلایا اور کوئی قدریہ خدا کے کاموں میں شک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر یقین کی منزل سے بہت دور بھٹک گئے پس توحید کے بعد عدل باری تعالیٰ کو اصول دین میں شامل کرنا شکوک سے محفوظ رکھتا ہے یقین کو مضبوط کرتا ہے اور ایمان کو قوی و مستحکم بناتا ہے۔ جن لوگوں نے عدل کو اصل دین نہیں مانا وہ باوجود خدا کی صفت عدل کے ماننے کے خدا کے لئے ظلم تجویز کرتے ہیں مثلاً غیر شیعہ مسلمان ایمان مفصل میں اقرار کرتے ہیں کہ خیر اور شر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ حالانکہ شر ہی تو ظلم عظیم ہے پس وہ فقہ جس کا خدا اصولاً عادل ہے یقیناً اس فقہ سے معتدل اور معقول ہے جس کا خدا شریر ہے۔

امامت

فقہ جعفری کو جہاں دیگر مسائل میں امتیازی شان حاصل ہے وہاں اصل امامت اسے دوسرے مکاتب فکر سے ممتاز کرتی ہے۔ مسئلہ امامت شیعہ و غیر شیعہ میں باعث نزاع چلا آ رہا ہے۔ فریقین نے جی بھر کے طبع آزمائیاں کی ہیں مجھے یہاں ان تفصیلات میں جانا مقصود نہیں۔ سیدھی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے رسولؐ کو معصوم عن الخطا تسلیم نہیں کرتے وہ ان کے جانشین کو معصوم ماننے پر کب تیار ہوں لوگوں نے غلبہ کو معیار خلافت سمجھ کر جارحیت و استبداد کی تائید میں ووٹ دے کے جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ہادی عالمین کے جانشین کے لئے یہ لازم نہیں سمجھا کہ اسے عالم پاک۔ متقی پابند کتاب و سنت ہونا چاہئے بلکہ یہ تسلیم کیا کہ کیسا ہی شخص ہو جاہل یا عالم فاجر یا پابند شرع یا بخیل یا سخی سب خلیفہ رسولؐ ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی فقہ کے دعوے داروں نے یزید بن معاویہ جیسے فاسق و فاجر کو چھٹا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ آج بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو معاویہ، مروان اور ولید جیسوں کو خلفائے راشدین کہتے ہیں۔

ساری امت کا اتفاق ہے کہ پیغمبر اسلام نے اپنے پیچھے نظام زندگی کا ایک مربوط و منظم اور مکمل دستور حیات قرآن مجید [illegible]

علم کی تفسیر و تشریحات کی محتاج ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ رسالت مآبؐ نے کتاب کے ساتھ اپنی عترتؑ اپنے اہل بیتؑ بھی چھوڑے تاکہ امت ایک ہی مرکزِ ہدایت پر بدستور قائم رہے اور بعد از رسولؐ ان کا قائد ایسا ہو جو مثل پیغمبرؐ واجب الاطاعت ہو تاکہ افرادِ امت اس سے ہدایت اخذ کرتے رہیں۔ امت کی وحدت قائم رہے۔ ملی شیرازہ منتشر نہ ہو۔ ایسے قائدِ امت کا رسولؐ کی طرح معصوم ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ لوگ پورے بھروسے اور پختہ یقین کے ساتھ اس سے احکام اخذ کریں ایسے نائب رسولؐ کو جو عالمین کے رسولؐ کی نیابت کرتا ہے تمام لوگوں سے عالم ترین ہونا لازمی ہوگا۔ ایسے جانشین کو اصطلاحاً ہم امام کہتے ہیں۔ اور بعد از رسولؐ امت کی دینی قیادت عظمیٰ کی اہم ذمہ داریوں کے منصب کو امامت کہا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسے امام اور قائدِ شریعت کا منصوص من اللہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اور لازم ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کے تقرر منجانب اللہ ہونے کا اعلان خود فرمایا ہو۔ یعنی اس کی امامت اللہ اور رسولؐ کی نصوص صریحہ سے ثابت و معلوم ہو ورنہ ہوس اقتدار کے باعث بعد نبی کے خانہ جنگی کا خطرہ رہے گا۔ یہ عہدہ جلیلہ عوام کے ہاتھوں میں نہیں دیا جاسکتا کیونکہ عصمت اس کا خاصہ ہے اور کسی کے معصوم ہونے کا علم صرف اللہ یا اسکے رسولؐ ہی کو ہو سکتا ہے۔ یا ان کو جنہیں بذریعہ رسولؐ بتا دیا جائے۔ یہی سنت الٰہیہ ہے۔ جسمیں تبدل ہونا محال ہے حضرت آدمؑ سے لیکر خاتمؐ تک ادیان کا تقرر اسی طرح ہوتا رہا چنانچہ ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اپنے بعد ایک نائب کا اعلان فرمایا بلکہ قرآن و اہل بیتؑ سے تمسک کا حکم دے کر تاقیامت امت کے لئے بتلایا کہ قائدین امت صرف اہل بیتؑ ہیں۔

فقہ جعفریہ کی یہ خصوصیت اسے دیگر تمام مذاہب پر فوقیت دیتی ہے کہ اس کے امام اور ہادی معصوم و منصوص ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے عالم تمام افراد [illegible] افضل الخلق افرادِ اہل بیت رسولؐ

ہیں۔ ان صفات کا کسی دوسرے فرقے کے آئمہ میں یکجا ملنا تو درکنار کوئی دوسرا فرقہ مدعی تک نہیں ہے۔ امامت کے عقیدہ کا اصول دین سے اخراج امت میں خانہ جنگی اور باہمی جدال کا سبب بن گیا ہے۔ اگر اس کو اصل مان لیا جاتا تو ملت نہ ہی انتشار و تفریق کا شکار ہوتی اور نہ ہی اپنی مرکزیت کھو کر زوال پذیر ہوتی۔

المختصر ممکنہ اختصار کے ساتھ ہم نے شیعہ و غیر شیعہ اصول دین کے نظریات کا ایک تقابلی جائزہ لے کر اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ اسلامی فرقوں میں صرف مذہب اہل بیتؑ یعنی شیعہ اثنا عشری" ہی ایک ایسا معقول و فطری مذہب ہے جس کے اصول دین معیاری 'قابل قبول' اور عقل و فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ فقہ جعفریہ کی یہ ایسی منفرد خصوصیت ہے جو کسی دوسری فقہ کو حاصل نہیں ہے۔

اصول کے بعد فروعات کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے یہاں بھی ہمارا دعویٰ عام ہے کہ یہ خوبی بھی صرف فقہ جعفری کو نصیب ہے کہ اس کے تمام فروعات دین بھی مطابق قرآن و سنت ہونے کے ساتھ ساتھ فطرۃً انتہائی معقول ہیں جبکہ غیر شیعہ کے "ارکان اسلام" کتاب و سنت سے متعارض ہونے کے علاوہ فطرت و دانش سے مربوط نہیں ہوتے پس ملت اسلامیہ میں مروجہ مذاہب میں کا صرف وہی مذہب لائق اپنانا ہو سکتا ہے جس کو وحی کی تائید پیغمبرؐ کی عملی تصدیق اور عقل و خرد کی حمایت حاصل ہو اور یہ خواص سوائے مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں کمی وقت کے باعث فروعات دین کا دیگر مذاہب کے ارکان اسلام سے موازنہ پیش کرنے سے معذور ہوں اتنا کہتا ہوں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جو ایمان کے ماتحت ہیں۔ جس معیار پر ایمان کا درجہ ہوگا اسی کے مطابق عبادت ہوگی اگر ایمان صحیح' اعتقاد درست اور نیت ٹھیک ہے۔ تو عبادات مفید ہیں لیکن اگر ایمانی اصول ہی ناقص ہوں گے تو فروع از خود ناقص قرار پا جائیں گے اور اعمال کے اکارت جانے کا خطرہ موجود رہے گا۔ ایک مثال

دیا ہی چلوں۔ نماز کو دیگر عبادت پہ فضیلت حاصل ہے۔ مگر جب وضو درست نہ ہوگا تو نماز نہیں پڑھی جا سکے گی۔ وضو کا صحیح طریقہ کیا ہے؟۔ امت میں اس پر اختلاف ہے۔ ہم وضو میں دو دھونے اور دو مسح کرنے کے قائل ہیں۔ جب کہ دیگر بھائی تین دھونے اور ایک مسح کرنے کے عادی ہیں۔ یہاں لمبی بحثیں چھوڑ دیجئے۔ سیدھی بات ذہن میں رکھیں کہ از روئے قرآن غسل و وضو کا فرق بڑا فہیم ہے۔ اگر پیروں کا غسل وضو میں ضروری ہے تو پھر جواب دیا جائے کہ تیمم کرتے ہوئے پیروں کو کس لئے چھوڑ دیا جاتا ہے؟ پس تیمم کا طریقہ فقہ جعفری کے بیان کردہ وضو کی ترکیب کے حق میں قرآنی دلیل ہے جس کو توڑا نہیں جا سکتا ہے۔ بہرکیف میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ زیادہ دیر تفصیلی گفتگو کرنے کے بجائے معاملات کی جانب متوجہ کروں۔ معاملات میں یوں تو بے شمار مسائل شامل ہیں۔ لیکن ہم چند اہم موضوعات کا مختصراً تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔ اپنے رفیق محمود مجوی صاحب کی فرمائش پر نکاح طلاق اور متعہ جیسے معاملات زیر بحث لاتے ہیں۔

نکاح کے بارے میں شیعہ و غیر شیعہ علماً متفق ہیں۔ کہ مسلمان کا نکاح مشرک کافرہ سے نہیں ہو سکتا۔ شیعہ فقہ میں نکاح کے طریقے میں دو وکلاء مقرر کئے جاتے ہیں ایک مرد کی طرف سے دوسرا عورت کی طرف سے۔ شیعہ و سنی طریقہ نکاح میں جو نمایاں فرق بوقت نکاح پایا جاتا ہے۔ وہ نکاح کے صیغے پڑھنے کا ہے۔ سنی حضرات اپنی مادری زبان میں ایجاب و قبول کے صیغے جاری کرتے ہیں۔ جب کہ شیعہ عربی زبان میں صیغہ ہائے عقد پڑھتے ہیں۔ گو مطلب و مفہوم ایک ہی ہوتا ہے مگر چونکہ ہمارا سرمایہ مذہب عربی زبان ہی ہے لہذا روحانی تقدس اسی میں پایا جاتا ہے کہ زبان قرآن میں عورت کو اپنے پر حلال کیا جائے۔ جیسے کہ عام جانور کو حلال کرنے کے لئے بھی تکبیر عربی میں پڑھی جاتی ہے۔

نکاح عمر بھر ساتھ نبھانے کا ایک مقدس عہد نامہ ہوتا ہے۔ لہذا فقہ جعفری کے طریقہ پر کیا گیا نکاح ایک "مضبوط معاہدہ حیات" ہوتا ہے۔ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ان میں رشتہ ازدواج کا بندھن عقلاً ایسا مستحکم ہونا چاہیے کہ ضرورت کے انتہائی کٹھن مرحلے کے سوا ان میں جدائی نہ ہو سکے۔ لہذا فقہ جعفری حقوق نسواں کی مکمل پاسداری اور پوری حفاظت کرتی ہے۔ وہ اسے پیر کی جوتی نہیں بلکہ ملکہ خانہ کا اعزاز بخشتی ہے۔

اس کے برعکس غیر شیعہ طریقہ سے کیا گیا عقد مکڑی کے جالے کی تار سے بھی کچا ثابت ہوتا ہے۔ عورت کو پرانے جوتے کی طرح کسی بھی وقت پاؤں سے اتار کر پھینک دیا جا سکتا ہے۔ جب چاہو محض جنبش لب سے "طلاق طلاق طلاق" کہہ دو اور جیون ساتھی سے جدائی اختیار کر لو۔ بعض جہلا کے نزدیک تو نکاح اس قدر بے وقعت ہے کہ محض شیعوں کا جلوس دیکھ لینے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ عیسائیوں نے جن کے ہاں مذہباً طلاق نہیں ہوتی اس صورت کو ہدف تنقید بنا کر مسلمانوں پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ مگر جعفری نکاح ایسا نہیں۔ یہاں چاہے ہزار مرتبہ طلاق طلاق کہو نکاح ہرگز متاثر نہ ہوگا۔ نکاح کے لئے مرد و عورت دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ لیکن طلاق میں عورت کی رضامندی شرط نہیں ہے گو طلاق مرد کے ہاتھ میں ہے لیکن اس کا بے جا اجراً ممنوع ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں طلاق کو قبیح مباحات کہا گیا ہے۔ جب عورت کی طرف سے مرد سے طلاق لینے کی تحریک ہو تو اسے "خلع" کہتے ہیں۔ اور جب دونوں ایک دوسرے سے جدائی پر آمادہ ہوں تو وہ "مبارات" ہے۔

فقہ حنفی میں تو طلاق شوہر کی جیب کا رومال ہے۔ وہ عالم تنہائی میں بھی عورت کا گھر اجاڑ سکتا ہے اور زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے اسی طرح توڑ سکتا ہے جیسے کچا دھاگہ۔ مگر شیعہ کے نزدیک طلاق دینا سہل کام نہیں ہے۔ [illegible] جعفری [illegible] کے فوراً [illegible] کرتی ہے

کہ طلاق دینے والا بالغ، باہوش وحواس اور عاقل ہو۔ غیظ وغضب کی حالت میں نہ ہو۔ طلاق دینے میں بااختیار ہو کسی کے دباؤ تلے مجبور نہ ہو۔ عورت حالتِ پاکیزگی میں ہو وغیرہ چنانچہ جبری طلاق ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک کمزور شخص کی خوبصورت زوجہ پر کسی ظالم امیر کا دل بے ایمان ہوجاتا ہے تو وہ نحیف شوہر کے سینہ پر پستول تان کر اس کی بیوی کو طلاق دلوا لیتا ہے۔ جبکہ شوہر مظلوم کا دل اسکی زبان کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ تو حنفی فقہ کے فتوے سے ایسی طلاق صحیح و موثر ہوگی اور طاقتور ظالم اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔ شافعی فقہ بھی اس مسئلے میں حنفی فقہ کی تائید کرتی ہے۔ لیکن فقہ جعفری میں اسطرح کی جبری طلاق کسی تاویل کے ساتھ بھی صحیح قرار نہیں دی جاسکتی۔

قرآن مجید کے مطابق دو طلاقیں رجعی ہیں جو موثر نہیں۔ تیسری طلاق بائن ہے جو موثر ہے۔ یعنی دو بار طلاق دینے سے عورت آزاد نہیں ہوتی بدستور بیوی رہتی ہے۔ لیکن تیسری بار طلاق دینے سے بیوی حبالہ نکاح سے آزاد ہوجاتی ہے۔ فقہ جعفری کے مطابق ایک جلسہ و ایک وقت میں دو عادل گواہوں کے سامنے عربی زبان میں صیغہ طلاق کا تین مرتبہ دہرانا ایک طلاق ہے۔ اس کے بعد دورانِ عدت بغیر نکاح شوہر اپنی بیوی کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ پہلی طلاق ہے جو غیر موثر ہے۔ اسی طرح بعینہ شرائط کے ساتھ دوسری مرتبہ دی گئی طلاق دوسری طلاق ہوگی اور اس میں دورانِ عدت بلا نکاح رجوع کیا جاسکتا ہے اور بعد از عدت نکاح کرکے۔ ہاں جب بدقسمتی سے دو مرتبہ مختلف عرصے میں بیوی کو طلاق دیکر رجوع کیا جاچکے تو اب تیسری مرتبہ کسی وجہ سے طلاق دے تو عدت گذر جانے کے بعد عورت اس کی بیوی نہیں رہے گی تاوقتیکہ وہ عورت کسی غیر سے اپنی مرضی کے ساتھ نکاح کرے اور وہ غیر اپنی مرضی سے کسی وقت اس کو طلاق دے [illegible] سابق شوہر کی طرف لوٹ سکتی ہے۔

اور وہ بذریعہ نکاح لے اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ فقہ میں تین طلاقوں سے مراد یک وقت تین جملے کہنا نہیں۔ بلکہ مختلف زمانوں میں تین مرتبہ طلاق دینا ہے۔ یعنی ایک مرتبہ طلاق دیتے وقت خواہ تین جملے کہے جائیں یا تین ہزار وہ ایک ہی طلاق ہوگی پھر اس میں رجوع ہوسکے گا۔ اگر سال دو سال بعد حسب شرائط پھر طلاق دی تو یہ دوسری طلاق بھی قابل رجوع ہوگی اب اگر تیسری مرتبہ طلاق دی جائے گی۔ خواہ وہ پانچ سال بعد دے یہ طلاق بائن ہوگی جو موثر ہوکر میاں بیوی میں جدائی پیدا کرے گی۔

اب فقہ جعفری اور دیگر مذاہب کا فرق معلوم ہوگیا۔ کہ اول الذکر میں طلاق دینا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ جبکہ موخر الذکر میں نکاح مکھن کا بال ہے۔ چنانچہ ہم مدعیان تحفظ حقوق نسواں سے التماس کرتے ہیں کہ وہ انصاف فرمائیں کہ عورتوں کے حقوق کا تحفظ فقہ جعفری کے علاوہ کسی دوسری فقہ میں ہے۔؟ نیز ہم اپنا تمسک صحیح مسلم شریف کی کتاب الطلاق سے بھی موثق کرتے ہیں۔

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے عہد ابو بکر اور حضرت عمر بن خطاب کے دور حکومت کے دو سالوں تک تین طلاقیں ایک طلاق بنائی جاتی تھی۔ پس عمر بن خطاب نے کہا لوگوں نے ایسے امر میں جلدی کی ہے۔ جس میں انہیں مہلت تھی۔ پس ہم ان پر وہی حکم جاری کردیں۔ پس انہوں نے وہ حکم (تین طلاقوں کو یک وقت تین طلاقیں سمجھ کر طلاق بائن قرار دینا) لوگوں پر نافذ کردیا۔"

قابل غور امر یہ ہے کہ حسب مصلحت زمانہ احکام شریعت کو تبدیل کرکے کس طرح کتاب وسنت کو ناکافی قرار دیا گیا۔ اور محتاج قیاس ظاہر کیا۔ چنانچہ اس مقام پر پہلے علامہ غزالی کا احتجاج [illegible]

تحریر ہے کہ "جمہور فقہ نے حضرت عمر کے اجتہاد کی پیروی کرکے اس طلاق کی صحت کا فتویٰ دے دیا ہے۔ حالانکہ سنت پیغمبر قطعاً اس کے خلاف تھی بلکہ حضور کا تو یہ عالم تھا کہ ایسی تین طلاق پر اظہار غیض و غضب فرماتے اور اسے ایک ہی قرار دیتے تھے۔

معاملات میں متعۃ النسا کا جائز ہونا شیعہ و سنی فقہ میں ایک اختلافی مسئلہ ہے شیعوں کے مطابق قرآن کا حکم متعہ دائمی ہے۔ کیونکہ آیت ناسخہ کا نزول ثابت نہیں ہے۔ جب کہ غیر شیعہ مسلمانوں کے نزدیک متعہ کا حکم وقتی طور پر تھا۔ جسے بعد میں ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ اہل سنت کے نزدیک متعہ ایک عیاشی ہے۔ جب کہ شیعہ متعہ کو عیاشی کے روکنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عقد دائمی اور عقد متعہ میں سب شرائط یکساں ہیں۔ سوائے مدت کا تعین ہونے کے۔ عدت، اولاد کی وراثت، اور دیگر حقوق و فرائض سب ایک ہی طرح ہیں۔ لہٰذا جو اعتراضات کی اشکال معترضین متعہ پر وارد کرتے ہیں۔ وہ سب کے سب نکاح دائمی کی صورت میں عائد ہوتی ہیں۔ بلکہ میں کہوں گا متعہ غیر شیعہ نکاح سے بہتر مضبوط اور مستحکم ہے۔ کیوں کہ یہ نکاح صرف "طلاق طلاق طلاق" کہہ دینے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ جب کہ متعہ وقت مقررہ تک قائم رہتا ہے۔ لہٰذا اگر عیاشی ہی مقصود ہو تو پھر متعہ کی زنجیر پہننے کی ضرورت نہیں بلکہ غیر شیعہ نکاح کر لینا بہت آسان راہ ہے قابل غور بات یہ ہے کہ عقد کرتے وقت دل میں مدت قائم کر لی جائے تو حرج واقع نہیں ہوتا مگر متعہ کا معاملہ آجائے تو یہ تعین مدت قبول نہیں۔ عیاشی کی تہمت لگائی جاتے۔ متعہ کے حلال ہونے کے ثبوت میں صرف ایک بھاری گواہی پیش کرتے ہیں۔ جو ان صاحب کے فرزند ہیں۔ جنہوں نے عقد متعہ کو حرام قرار دیا چنانچہ عبداللہ ابن عمر [illegible] جواز متعہ کے سلسلے میں پوچھا گیا

تو ابن عمر نے کہا جائز ہے۔ سائل نے تعجب سے دریافت کیا کہ آپ کے والد تو حرام کہتے ہیں عبداللہ ابن عمر نے جواب دیا کہ کیا میرے والد نے برسر منبر یہ اعلان نہیں کیا کہ رسولؐ خدا کے زمانے میں دو متعہ جائز تھے۔ جنہیں میں حرام قرار دیتا ہوں اور خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دوں گا۔ سائل نے کہا ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ عبداللہ نے کہا تو بس ہم اپنے والد کی گواہی کو قبول کرتے ہیں۔ کہ عہد رسالت میں دو متعہ جائز تھے۔ مگر ان کے حکم کو نہیں مانتے کیوں کہ جس چیز کو خدا اور رسولؐ حلال قرار دیں۔ میرے باپ کو کیا حق حاصل ہے کہ اسے حرام قرار دیں (محاضرات۔ راغب اصفہانی) پس حضرت عبداللہ ابن عمر کے اس صحیح جواب کہ بعد متعہ کی حلت پر کسی مزید بحث کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

تعجب ہے کہ متعہ جیسے ماتحقیق حکم کی مخالفت وہ طبقہ کرتا ہے جس کے مذہب میں ایسا فتویٰ بھی ہے کہ "اگر کوئی شخص اجرت مقرر کرکے زنا کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ ہوگی"۔

الغرض فقہ جعفری کا دیگر فقہوں پر فوق ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ اس میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو عالمگیر مسائل کو حل کرنے کے لئے درکار ہیں یہ فقہ کتاب و سنت کے ساتھ عقل و دانش سے تطبیق کرتی ہے۔ صرف فقہ جعفری ہی ہر زمانہ، ہر معاشرہ اور تمام حالات میں نافذ العمل ہونے کی اہلیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ فقہ ان حقیقی رہنماؤں کی تعلیمات پر مبنی ہے جنکو بحکم خدا پیغمبر اسلام نے تمام گمراہیوں سے نجات پانے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

جس قدر فقہی مذا[illegible]

امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد ہیں۔ اور ان ہی کی صحبت فیض سے انہوں نے دین کا علم حاصل کیا۔ قرآن و حدیث کا درس اسی ہی در اقدس سے لیا۔ اور اسی وارث علم رسولؐ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ لہٰذا شاگرد کی فقہ استاد کی فقہ کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اور کسی علم وہبی علم پر فوقیت نہیں پاسکتا ہے۔ خود بانیان مذاہب کا امام جعفرؑ صادقؑ کی عظمت، علمیت، زہد اور تقدس کا اعتراف کرنا اور ان کی شاگردی پہ ناز کرنا بجائے خود فقہ جعفری کے برتر ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ مشہور امام اعظم حضرت ابوحنیفہ فرماتے ہیں "میں نے جعفر بن محمد سے بہتر کوئی فقیہ نہیں دیکھا (مناقب ابوحنیفہ) امام مالک کا قول ہے کہ "علمی اعتبار سے جعفر بن محمد سے بہتر انسان نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے تصور میں آیا ہے"۔ اکابرین اسلام کے لاتعداد اقوال کتابوں میں محفوظ ہیں جن میں امام صادقؑ کی اعلیٰ منزلت علمی کا اعتراف ہے۔ جبکہ حسرت و افسوس کا مقام یہ ہے کہ بانی فقہ حنفی جناب نعمان بن ثابت کے بارے میں امام بخاری صاحب صحیح نے بے اعتباری کا اظہار کیا ہے۔ اور تاریخ صغیر میں لکھا ہے امام صاحب کو حرمین شریفین مکہ کے ایک حجام سے حاصل ہوئی ہیں لہٰذا ان کی تقلید کس طرح کی جائے۔ اسی طرح بخاری نے سفیان کا قول لکھا ہے کہ ابوحنیفہ اسلام کو ٹکڑے کرنے والے تھے اور ان جیسا منحوس کوئی پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔

بہرحال دین اسلام کے بانی اور شریعت کاملہ کے مروج رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ آپ کے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء اطہار کی وساطت سے وارث رسولؐ ہیں۔ جس قدر علم قرآن و حدیث ان کو اپنے [illegible] نانا کی شریعت کو سب سے بہتر یہی جانتے

ہیں۔ کیونکہ یہ ان کے گھر کی چیز ہے۔ پس فرد اہل بیت ہونے کی حیثیت سے ان کا تعلیم کردہ فقہی مذہب شک و شبہ سے پاک ہے اور مذہب اسلام کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا اختلاف و نزاع کے مواقع پہ انہی کا مذہب قابل عمل ہوگا۔ اور یہی ذریعہ فلاح و نجات ہے۔

افسوس ہے کہ محض تعصب و عناد کی وجہ سے فقہ جعفریہ کو فراموش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اکملیت دین اور اتمام نعمت کی حقیقی مہر اس فقہ پر ثبت ہے۔ صرف یہی فقہ دور جدید کا چیلنج قبول کرنے اور مخالفین کو شکست فاش دینے کی اعلیٰ صلاحیت کی مالک ہے۔ یہ وہ عادلانہ فقہ ہے جس میں سارے برابر نہیں بلکہ عادل کو ظالم پر فضیلت ہے۔ اس فقہ میں نیکی و بدی میں تمیز کر کے نیک سے دوستی اور بد سے کنارہ کشی کا سبق ملتا ہے۔ یہ فقہ مقامات سرور میں خوشیاں منانے کا ڈھنگ سکھاتی ہے مگر غم و نقصان کے مواقع پر تعزیت کے اسلوب بھی بتاتی ہے۔ یہ اکابرین ملت کے کارناموں کا تذکرہ زندہ رکھنے کی تعلیم دیتی ہے اور عبرت کے نشانات کو واضح کرتی ہے۔ فقہ جعفری وہ فقہ ہے جس کے تمام احکامات کو علوم جدیدہ کی تائید حاصل ہو رہی ہے اور اس کا کوئی بھی حکم حکمت کے خلاف ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے

ماشاءاللہ! فقہ جعفری کا نفاذ اس بات کی ضمانت ہے کہ ظلم و جور سے بھرپور دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے۔ مسلمانوں کے مقدر کا ڈوبا ہوا سورج پلٹ آئے۔ کھویا ہوا وقار لوٹ آئے۔ علم قدم چومے۔ شرافت، صداقت، علالت، شجاعت اور فراست پہ مبنی معاشرہ پوری دنیا میں تشکیل پائے۔ ہر فرد سکون کی نیند سوئے۔ خوف مٹ جائے۔ حق چھا جائے۔ باطل بھاگ جائے۔

ان الباطل کان زھوقا

والحمد للہ رب العالمین

حضرت عیسیٰؑ امام مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے

"ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد کے سربراہ 'عقیدہ ختم نبوت' علامہ منظور احمد چنیوٹی نے اپنے پروگرام کے آخری روز نزول عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن (کراچی) میں پروفیسروں، وکلاء، کالجوں اور مدارس عربیہ کے طلباء کو لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ سیدنا عیسیٰؑ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے ہیں اور قیامت سے قبل دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے اس کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کے جس قدر غلط نظریات ہیں ان کی کھلے لفظوں میں تردید کی گئی ہے یہود اس بات کے مدعی تھے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے کر قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلط دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے صاف الفاظ میں فرمایا۔ "یہودیوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور نہ ہی ان کو سولی دی ہے" بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ قیامت سے قبل تشریف لائیں گے اور اس وقت موجود اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی نے اپنے لیکچر کو جاری رکھتے ہوئے کہا حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم

ضرور بہ ضرور نازل ہوں گے۔ دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پہ زرد لباس پہنے دو فرشتوں کے ذریعے نازل ہوں گے۔ امام مہدی جو اس وقت وہاں موجود ہوں گے انہیں امامت کی پیشکش کریں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہؐ کا ـــ اعزاز و اکرام ظاہر کرنے کیلئے امام مہدی کو آگے بڑھائیں گے اور خود ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے بعد از نزول پینتالیس سال اس دنیا میں زندہ رہیں گے۔ اسلام کی دعوت دیں گے۔ خود شریعت محمدیہؐ پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی کے مطابق فیصلے کریں گے۔ امام مہدی کے ساتھ مل کر یہودیوں سے جنگ کریں گے یہودیوں کا سرغنہ دجال ان کے ہاتھوں مارا جائیگا۔ یہودی سب قتل ہو جائیں گے۔ ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد شادی کریں گے ان کی اولاد ہوگی حج کریں گے اور جب وفات پائیں گے تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔ آج جو شخص یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور کشمیر میں مدفون ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں مسیح ابن مریم یا مہدی ہوں وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ مہدی کے متعلق جو تفصیلات احادیث میں آئی ہیں اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام دو علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ یہ ایک شخصیت کے دو نام نہیں ہیں۔ سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی نے لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ حضور اکرمؐ نے امام مہدی کے متعلق ارشاد فرمایا اس کا نام محمد ہوگا باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد سے ہوگا۔ خانہ کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم کے پاس بیٹھا ہوگا۔ لوگ زبردستی اس کی بیعت کریں گے۔ [illegible]

و انصاف سے بھر دیں گے۔ ظلم اور ناانصافی کو ختم کر دیا گے۔ اس کے زمانے میں نہایت امن ہوگا۔ جنگ و جدال اور لڑائیاں ختم ہو جائیں گی بھلا جو شخص ساری عمر انگریز کی غلامی میں رہا ہو بلکہ اس کی خوشامد بھی کرتا رہا ہو جسے ایک دن کا اقتدار بھی حاصل نہ ہوا ہو۔ جس کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ہر لڑائی اپنے اوج کمال پر پہنچ رہی ہو دنیا سے امن مفقود ہو گیا ہو وہ سچا مہدی اور مسیح کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ اقتباس دراصل روزنامہ جنگ کراچی جمعہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۶۶ء جلد نمبر ۲۴ شمارہ نمبر ۲۰۲ صفحہ نمبر ۲ زیر سرخی "حضرت عیسیٰؑ کی دنیا میں دوبارہ آمد کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے" سے روایت نقل میں نقل کیا گیا ہے۔